دعوت وتجدیدِ دین اور سیّد مودودیؒ

محی الدین القرہ داغی ○

امام مودودیؒ کے بارے میں گفتگو کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔اس لیے کہ ہم علم کے ایک بحرِ ذخّار کے بارے میں بات کرنے جا رہے ہیں۔جن کی فکر بہت سے نظریاتی، سیاسی اور سماجی مسائل کا احاطہ کررہی ہے۔ میں صرف یہ کوشش کروں گا کہ اس جلیل القدر سیّد مودودی رحمہ اللہ سے وابستہ بہت سے اُمور میں سے چند ایک کے متعلق اپنی معروضات پیش کروں۔

یہ جلیل القدر امام اور رہنما ایک مذہبی خاندان میں پیدا ہوئے۔ایک ایسے علمی خانوادے میں انھوں نے جنم لیا جہاں ان کے والد صاحب کی شعوری طور پر کوشش رہی، کہ انھیں تعلیم کے لیے ایسے انگریزی اسکول میں نہ بھیجیں جو قابض استعمار اور انگریزی اقتدار کے زیرانتظام ہیں۔اس کے برعکس انھوں نے سیّد کو عربی سکھائی، انھیں قرآن کریم کی تعلیم دی، انھیں فقہ، تفسیر اور حدیث کا سبق پڑھایا۔ اس کے بعد مولانا نے گہرائی کے ساتھ اجتماعی، معاشی اور سیاسی علوم پر اس قدر دسترس حاصل کی کہ ان علوم میں امامت کے مرتبے پر فائز ہو گئے۔حقیقت اور حق یہ ہے کہ امام مودودی رحمہ اللہ گذشتہ صدی کے امام اور مجدد ہیں، خصوصاً وہ میدانِ فکر ونظر اور سماجی و اجتماعی علوم کے امام ہیں۔

انھوں نے دو انتہائی خطرناک اور بے پناہ اثرات کی حامل فکری لہروں کا ڈٹ کر اور پوری قوت سے مقابلہ کیا ہے:

پہلے نمبر پر اس فکر کو چیلنج کیا، جسے ہم جمود اور ماضی پرستی کی فکر کہہ سکتے ہیں۔خصوصاً اس ماضی کی تقدیس کرنے والی جو پسماندہ دور کی علامت اور بدعت اور خرافات پر مبنی تھا۔ بیشتر علما

○ سیکرٹری جنرل، اتحادالعالمی لعلماء المسلمین [بانی: علّامہ یوسف القرضاوی]۔اسلامی جمعیت طلبہ پاکستان کے زیراہتمام سیّد مودودی انٹرنیشنل کانفرنس (۱۰ جنوری ۲۰۲۳ء) سے خطاب۔ترجمہ: حافظ محمد عبداللہ

اسی فکر کے حامل اور انھی خیالات کے اسیر تھے۔

دوسری فکری لہر جدیدیت اور تجدد پسندی کی تھی۔ یہ مغربی اقدار کی محبت میں بدمست اور زندگی کے ہر میدان میں مغرب کی تقلید کرنا چاہتی تھی۔ اس کی شیرینی میں بھی اور اس کی کڑواہٹوں میں بھی، ہر ہر قدم پر مغرب کی اندھی تقلید۔ یہ دراصل تہذیبی خودکشی کی فکر تھی۔ اس فکر کے حاملین اُمت مسلمہ کو مغرب یا مشرق کی بھٹی میں ڈال کر پگھلانا چاہتے تھے۔

ان دونوں فکری تحریکوں کے خلاف امام مودودی ایک طاقت ور قلم اور ایک عملی تحریک کے ذریعے پُراعتماد شان سے معرکہ زن ہوئے۔ انھوں نے فکر اسلامی کی تجدید کی اور 'وسطیۃ' اور اعتدال کا راستہ ہموار کیا۔ وسط و اعتدال کا وہ راستہ جو استخلاف فی الارض، اللہ کی زمین کی آبادکاری کے لیے، اور صالح تہذیب وتمدن کے قیام و بقا کی خاطر اسلام کا حقیقی منشا تھا۔ سید مودودیؒ اُس الٰہی پیغام کو خوب اچھی طرح جانتے اور سمجھتے تھے جس کا اللہ تعالیٰ نے ہمارے جدامجد حضرت آدم علیہ السلام کو مکلّف ٹھیرا کر فرمایا: اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً اور یہ کہ هُوَ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِیْهَا (ھود ۱۱:۶۱) ''وہی ہے جس نے تم کو زمین سے پیدا کیا ہے اور یہاں تم کو بسایا ہے''۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کے نام جو پیغام بھیجا اور اس کے ذمے جو کام لگایا، وہ تھا اللہ کی بندگی اور عبودیت اپنے جامع اور پورے مفہوم کے ساتھ۔ سیّد مودودی رحمۃ اللہ علیہ نے عبودیت اور مکمل بندگی کے اسی جامع مفہوم کو اپنے سفر کا نقطۂ آغاز بنایا۔ دین و دنیا کے جامع اور دنیا و آخرت کے جامع، علومِ شرعیہ، علومِ کونیہ اور علومِ انسانیہ کے جامع، اس پیغام کو اپنے فکروعمل کا محور بنایا۔ خالق کے مطلوب ومقصود اسی جامع اور کامل پیغام کو لے کر وہ آگے بڑھے اور انھوں نے دونوں طاقت ور فکری تحریکوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ اہل جمود وتقلید کا، علم وفہم اور شرعی استدلال سے، اور سیکولر فکر ونظر رکھنے والے، اسلامی تہذیب وتمدن کے درپے، مغرب زدہ لوگوں کا، علم وحکمت کے ساتھ۔

سیّد رحمۃ اللہ علیہ نے تہذیبی انحطاط اور اس کے خطرناک نتائج کو پوری قوت کے ساتھ بیان کیا۔ مغربی تہذیب وتمدن اور اس کے مادہ پرستانہ فکر و فلسفہ کے نقائص، تضادات اور انسانیت کے لیے اس میں مضمر خطرات کو پوری وضاحت کے ساتھ پیش کیا۔ سرمایہ دارانہ نظریات کے حاملین،

کمیونسٹ نظریات کے علَم برداروں اور قوم پرستی و نسل پرستی کے پرچارک لوگوں کا مسکت جواب دیا۔ اشتراکی، سرمایہ دارانہ اور جدلی مادیت کے بطلان کو پوری طرح کھول کر رکھ دیا۔ خصوصاً لادینیت، الحاد اور شکوک وشبہات سے لتھڑی اس فکر کے تاروپود بکھیر کر رکھ دیے۔ مولانا نے بے حد کامیابی کے ساتھ ایک ایسے مکتب فکر کی بنا ڈالی جو وسط و اعتدال پر قائم رہتے ہوئے، تہذیب اسلامی کے احیا کے لیے کامیابی کے ساتھ جامع فکر ونظر کو لے کر آگے بڑھے۔ انھوں نے اپنی قیمتی کتب کے ذریعے راستے کے نشیب وفراز کو واضح کرنا شروع کیا۔ انھوں نے استخلاف فی الارض اور حاکمیت الٰہیہ خصوصاً قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں پر انتہائی باریک بینی اور گہرائی سے لکھا ہے۔

اس میں شک نہیں کہ سید مودودی امام بھی ہیں اور مجدد بھی۔ تاہم، جیسا کہ وہ خود بھی کہتے ہیں، دیگر انسانوں کی مانند وہ بھی ایک انسان ہیں، معصوم عن الخطا نہیں ہیں اور قاعدہ یہ ہے کہ وَكُلُّ اِنْسَانٍ يُؤْخَذُ مِنْهُ وَيُرَدُّ اِلَّا صَاحِبُ هٰذَا الْقَبْرِ۔ اللہ تعالیٰ سیّد مودودی رحمۃ اللہ علیہ سے راضی ہوں کہ انھوں نے ہی آغاز کیا تھا اس نقشۂ کار اور اس حکمت عملی کا--- فکری، سیاسی اور تہذیب اسلامی کے احیا کی حکمت عملی۔ اور یہ تہذیب اور یہ ثقافت ہمیشہ اپنے ماننے والوں سے مطالبہ کرتی ہے اور بہنوں اور بھائیوں کو دعوت دیتی ہے کہ اس شاندار تہذیب وثقافت کی طرف آؤ جس میں دُنیا وآخرت، دونوں کی بھلائیاں اور سعادتیں جمع ہیں۔

امام مودودی کا شمار فی الحقیقت مجتہدین میں ہوتا ہے۔ وہ دونوں اُمور کی جامع، ایک ایسی مثال ہیں، جو طبقۂ علما میں شاذ ونادر ہی کہیں یک جا ملتی ہیں۔ اکثر علما یا تو صرف مفکر، ’مبدع‘ اور بہت سی کتابیں تالیف کرنے والے مصنف ہوتے ہیں، یا وہ صرف جماعت قائم کرتے اور تحریک اٹھاتے اور لوگوں کے تربیت وتزکیہ جیسے اُمور کا اہتمام کرتے ہیں۔ لیکن سید مودودی رحمۃ اللہ علیہ نے دونوں طرح کی خیر کو جمع کرلیا۔ علمی لحاظ سے دیکھیں تو وہ اجتہادی مرتبے پر فائز ایسے صاحبِ تصنیف تھے جن کی کتب کی تعداد ۷۰ سے متجاوز ہے۔ اس میں ترجمان القرآن اور ان کی تفسیر تفہیم القرآن بھی شامل ہیں جن میں زیادہ تر مسائل اور ایشوز پر انھوں نے قلم اٹھایا ہے۔ ایسے عظیم علمی ذخیرے کے ساتھ ساتھ انھوں نے عملی سیاست اور اجتماعی قیادت، کے میدان میں قدم بھی بڑھایا۔ اقتصاد ومعیشت کے باب میں ان کا شمار ان ابتدائی لوگوں میں ہوتا ہے جنھوں نے

اسلامی معیشت کے بارے میں لکھا ہے۔ فقر وتنگ دستی کا علاج کیسے کیا جائے؟ بے روزگاری پر کیسے قابو پایا جائے؟ ان مسائل پر سلف صالحین عموماً اس انداز میں نہیں لکھا کرتے تھے، جس انداز میں استاد مودودی رحمہ اللہ نے لکھا ہے۔ اس عظیم کام کے ساتھ ساتھ، انھوں نے افرادِ کار بھی تیار کیے اور ۱۹۴۱ء میں جماعت اسلامی کے نام سے ایک عظیم جماعت کی تاسیس کی۔

ہمارے عہد کے دو عظیم اسلامی مفکرین، مجتہدین اور عملی رہنماؤں حسن البنا شہید اور سیّد مودودی نے ایک دوسرے سے اثر لیا۔ سیّد کے افکارِ عظیم سے امت کے کثیر علما متاثر ہوئے۔ سیّد قطب رحمہ اللہ اور ان کے علاوہ کبار علما اور مفکرین کی ایک بڑی تعداد سید مودودی رحمہ اللہ اور ان کے کام کے بارے میں رطب اللسان ہے۔ سید قطبؒ اپنے کئی مضامین میں انھیں عظیم مسلمان، عظیم مفکر، اور عظیم مجتہد کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ ان کی تعریف ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ نے کی ہے۔ ۱۹۷۹ء میں، جس سال امام مودودی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی الاعتصام میگزین [یمن] کو ایک انٹرویو دیتے ہوئے وہ کہتے ہیں: میں نے اس صدی میں کوئی اور ایسا فرد نہیں دیکھا جس نے اپنے علم، اپنی فکر اور اپنی ثقافت سے نوجوان نسل کو اتنا متاثر کیا ہو، جتنا امام مودودی رحمہ اللہ نے کیا ہے۔ انھوں نے مذکورہ انٹرویو میں سید مودودی رحمہ اللہ کی بہت تحسین کی ہے۔ اسی طرح علامہ یوسف القرضاوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی سیّد مودودی کی عظمت کا اعتراف کرتے ہوئے انھیں امام مجدد اور مفکر عظیم کے لقب سے یاد کیا ہے۔ وہ انھیں اسلامی تہذیب کو جاننے والا اور شریعت کے نفاذ اور اس کے امکانات کا یقینی علم رکھنے والا، اسلامی نظام کو اس کے مکمل اصول وفروع کے ساتھ جاننے والا کہتے ہیں۔ علمائے اُمت کی یہ گواہیاں اس امام کی عظمت پر دلالت کرتی ہیں اور اسلام کی خدمت اور اسلام کی تجدید کے باب میں ان کے عظیم الشان کردار پر شاہد ہیں۔

اس عظیم امام کی کہ جنھوں نے تجدید بھی کی اور فکرسازی بھی، کتب بھی تالیف کیں اور افرادِ کار بھی تیار کیے۔ آج ہمیں ضرورت ہے کہ ہم تجدید کے میدان میں ان کے طریقۂ کار و منہج کی پیروی کریں۔ تجدید و احیا کے معاملے میں ان کے افکار کی پیروی کریں اور ساتھ ہی ساتھ ہمارے لیے یہ بھی انتہائی ضروری ہے کہ ہم مقلدِ محض نہ بنیں بلکہ سیّد مودودی رحمۃ اللہ علیہ کے منہجِ تجدید پر چلنے والے بنیں۔ جہاں اُس میں کمی رہ گئی ہے، اس کمی کو پورا کریں، اور جو انھوں نے کہا ہے

اسے تسلیم بھی کریں اور کھلی آنکھوں سے اس کا تجزیہ بھی کریں اور اپنا جائزہ بھی لیں۔ سب میدانوں میں، خاص طور پر سیاست اور معیشت اور سماجی ترقی کے میدان میں نئے راستے تراشیں، تاکہ ہم ان کی چھوڑی ہوئی میراث میں نیا اضافہ کرسکیں۔

یہ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے کہ جو فرد یا جو جماعت کسی مقام پر جا کر ٹھیراؤ اور جمود کا شکار ہوجاتی ہے، رُک جاتی ہے، آگے نہیں بڑھتی پھر وہ پیچھے کی طرف ہی جاتی ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

لِمَنۡ شَآءَ مِنۡكُمۡ اَنۡ یَّتَقَدَّمَ اَوۡ یَتَاَخَّرَ (المدثر ۷۴:۳۷)''تم میں سے ہر اُس شخص کے لیے ڈراوا جو آگے بڑھنا چاہے یا پیچھے رہ جانا چاہے''۔ اللہ رب العالمین نے یہاں اَو یتوقف نہیں کہا اس لیے کہ توقف، تاخر ہی کا حصّہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اُمت مسلمہ کو بھی آزماتا ہے اور جماعت اسلامی کو بھی آزما رہا ہے۔ مفکرین اور علماء کو بھی آزماتا ہے کہ کون بہتر عمل کرنے والا ہے۔ تمھارا امتحان لیتا ہے کہ کائنات کی تعمیر و ترقی میں، انسان کی اصلاح میں اور ہر ہر میدان میں اَیُّكُمۡ اَحۡسَنُ عَمَلًا ، بہتر کام کرنے والا کون ہے۔ اَحۡسَنُ عَمَلًا کے باب میں علما نے کہا ہے کہ اس میں کسی جگہ اور کسی مقام پر پہنچ کر ٹھیر جانا بھی شامل ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جماعت اسلامی اور ساری اسلامی تحریکوں کے لیے بلکہ پوری اُمت کے لیے بھی یہی طرزِ عمل مناسب ہوگا کہ ان کا آج ان کے کل سے بہتر ہو اور آنے والا کل ان کے آج سے بہتر ہو فکر کے لحاظ سے، تجدید کے لحاظ سے، عمل کے لحاظ سے، تطبیق کے لحاظ سے، تربیت کے لحاظ سے، تزکیۂ نفس کے لحاظ سے۔ اگر ہم یہ اہداف پورے کر لیتے ہیں اور اس نہج پر چلتے چلے جاتے ہیں، جو سید مودودی رحمۃ اللہ علیہ کا منہج ہے تو افکار میں بھی تازگی آئے گی، اُمت بھی ترقی کرے گی اور جماعت بھی ترقی کرے گی اور اس قابل ہوگی کہ ترقی کے اس سفر کی قیادت کرسکے۔

میں جماعت اسلامی اور اسلامی جمعیت طلبہ کے لیے دعاگو ہوں۔ اسی طرح پاکستان کے لیے بھی دعاگو ہوں کہ یہ ہمارا سرمایۂ فخر ہے۔ آپ میں ہم خیر اور بھلائی پاتے ہیں بلکہ پورے پاکستان میں خیر ہی خیر ہے۔ یہ وطن عزیز تو بنیادی طور پر انھی مفکرین کی جدوجہد سے قیام پذیر ہوا تھا، اور اس لیے قائم ہوا تھا کہ ایک ترقی یافتہ اور اسلامی ریاست کی صورت میں ہمیشہ قائم رہے۔ ایک ایسی ریاست کی صورت میں قائم رہے جو تجدید اور جدت و اختراع پر قادر ہو۔